23439/164

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیافرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں،

(۱) ایک آدمی پیٹرول پمپ چلاتا ہے، اور پمپ کیلئے ادھار پر پیٹرول منگواتا ہے، اور سال کے آخر میں جب حساب کرتا ہے، تو قرض کی رقم ایک کروڑ بیس لاکھ روپے ہیں، اور جو رقم اس کے پاس ہے وہ ایک کروڑ ہے (پمپ میں موجود تیل کے رقم کیساتھ) اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا مذکورہ آدمی پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔

(۲) ہمارے علاقے میں لوگ جب کوئی بڑی گاڑی خریدتے ہیں، تو اس کی قیمت کی ادائیگی قسطوں کے شکل میں دیتے ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ قرضہ کونسے قرض کی تعریف کے زمرے میں آتا ہے، اور کیا اس قرضے کی رقم کو زکوٰۃ کی رقم سے منہا کیا جاسکتا ہے۔

المستفتی

سلام الرحمن

03339695018

جامعہ فاروقیہ کراچی

دارالافتاء
فتوی نمبر ۲/۱۵۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدًا ومصلیًا

(۱)۔۔۔صورتِ مسئولہ اگر قرض کی رقم مذکورہ شخص کے تمام قابل زکوۃ اثاثوں (جس میں اس کے دوسروں پر واجب الاداء قرض بھی شامل ہیں) سے منہا کرنے کے بعد اس کی ملک میں نصاب زکوۃ کے بقدر مال موجود نہیں تو اس پر زکوۃ فرض نہیں۔

(۲)۔۔۔صورتِ مسئولہ میں گاڑی کی قسطوں پر خریداری کی صورت میں واجب الاداء ہونے والی رقم شرعاً دین ہے، جس کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس گاڑی سے ہونے والی آمدنی ہی اس شخص کا ذریعہ معاش ہے یا گاڑی اپنی کسی ضرورت کیلئے خریدی ہے تو ایسی صورت میں یہ قرض اس کے قابل زکوۃ اثاثوں سے منہا کیا جائے گا اس کے بعد بقیہ اموال کی زکوۃ ادا کی جائے گی، اور اگر گاڑی ہی اس کا ذریعہ معاش نہیں بلکہ اس کا اپنا مستقل کاروبار پہلے سے موجود ہے مثلاً کسی گڈز ٹرانسپورٹ کمپنی جس کے پاس متعدد بڑی گاڑیاں پہلے سے موجود ہیں اس نے قسطوں پر یہ نئی گاڑی خریدی ہے تو ایسی صورت میں یہ قرضہ اس کے قابل زکوۃ اثاثوں سے منہا نہیں ہوگا بلکہ اس کو منہا کیے بغیر تمام قابل زکوۃ اثاثوں کی زکوۃ ادا کی جائے گی۔

المبسوط للسرخسي - (۲ / ۳۵۵)

قال: "رجل له ألف درهم وعليه ألف درهم وله دار وخادم لغير التجارة بقيمة عشرة آلاف درهم فلا زكاة عليه" لأن الدين مصروف إلى المال الذي في يده لأنه فاضل عن حاجته معد للتقليب والتصرف به فكان الدين مصروفا إليه فأما الدار والخادم فمشغول بحاجته فلا يصرف الدين إليه.

الدر المختار - (۲ / ۲٦۰)

(فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد) سواء كان لله كزكاة وخراج أو للعبد، ولو كفالة أو مؤجلا،

حاشية ابن عابدين تحته

(قوله أو مؤجلا إلخ) عزاه في المعراج إلى شرح الطحاوي، وقال: وعن أبي حنيفة لا يمنع. وقال الصدر الشهيد: لا رواية فيه، ولكل من المنع وعدمه وجه. زاد القهستاني عن الجواهر: والصحيح أنه غير مانع

بدائع الصنائع - (۲ / ٦)

ومنها أن لا يكون عليه دين مطالب به من جهة العباد عندنا فإن كان فإنه يمنع وجوب الزكاة بقدره حالا كان أو مؤجلا ....وقال بعض مشايخنا

إن المؤجل لا يمنع لأنه غير مطالب به عادة فأما المعجل فيطالب به عـــادة فيمنع

البحر الرائق – (٢ / ٢١٩)

وشرط فراغة عن الدين لأنه معه مشغول بحاجته الأصلية فاعتبر معــدوما كالماء المستحق بالعطش ولأن الزكاة تحل مع ثبوت يده على ماله فلم تجب عليه الزكاة كالمكاتب ولأن الدين يوجب نقصان الملك ولذا يأخذه الغريم إذا كان من جنس دينه من غير قضاء ولا رضا

أطلقه فشمل الحال والمؤجل ولو صداق زوجته المؤجــل إلى الطــلاق أو الموت وقيل المهر المؤجل لا يمنع لأنه غير مطالب به عادة بخلاف المعجل

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

عبید اللہ انور

عبید اللہ انور عفا اللہ عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

٦-ربیع الاول-١٤٣٤ھ

١٩-جنوری-٢٠١٣ء

الجواب صحیح

اصغر علی ربانی

٦ ربیع الاول ١٤٣٤ھ

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفر اللہ

٦/٣/١٤٣٤ھ

الجواب صحیح

٦/٣/١٤٣٤ھ

الجواب صحیح

٦/٣/١٤٣٤ھ